الوجه الآخر

لحركة حماس الفلسطينية الإخوانية

حماس کا اصلی چہرہ

مولف:

الشیخ علی الحذیفی العدنی

مترجم:

د/ اجمل منظور المدنی

الف-حماس کسے کہتے ہیں؟

۱- یہ ایک فلسطینی سیاسی تحریک ہے، جسکی بنیاد صیہونیوں سے قتال کرنے کیلئے ڈالی گئی ہے جیسا کہ اسکے دستور میں لکھا ہیکہ یہ ایک مزاحمتی وطن پرست فلسطینی تحریک ہے۔

یعنی یہ فلسطین سے باہر دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی، جیسا کہ اسکے دستور میں اس بات صراحت موجود ہے، لیکن مرسی حکومت کے سقوط کے بعد حماس نے مصری فوج کو بھی دھمکی دینا شروع کر دیا اور اس پر حملے بھی شروع کر دیئے، فلسطین سے باہر صرف مصری فوج کو کھلی دھمکی دی ہے اور مصر کے اندر آ کر اس پر حملے کئے ہیں۔

اور حماس دراصل مختصر ہے "حركة المقاومة الإسلامية" کا، حماس کے رہنماؤں نے اس نام کے اندر ایسا کوئی لفظ نہیں رکھا جس سے یہ واضح ہو کہ یہ ایک فلسطینی مزاحمت کار تحریک ہے جیسا کہ اسکے دستور میں دعوی کیا گیا ہے۔

۲- یہ تحریک اخوانی تنظیم کے تحت ایک فوجی ونگ تصور کی جاتی ہے، مصر کے اندر موجود اخوانی تنظیم کے یہ مکمل تابع ہے، اس کے بعض بیانات اور مناظر سے یہی لگتا ہے جیسا کہ ایک بار ۱۴/ دسمبر ۲۰۰۸ء میں عبد الفتاح دخان کی زبانی حماسی نوجوانوں سے بیعت لی جارہی تھی جس میں اسماعیل ھنیہ اور دوسرے رہنما موجود تھے۔



ب۔ فلسطین میں اخوانی فکر کی آمد کا آغاز:

۱۔ فلسطین میں اخوانی فکر لانے والے سب سے پہلے شیخ امین الحسینی تھے جنہوں نے ایک وفد کے ساتھ ۱۹۳۵ء میں حسن سے ملاقات کی تھی، اور پھر بیت المقدس کے اندر" جمعیۃ المکارم" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی تھی، اور اسی وقت اس تنظیم نے بہت سارے قوم پرست فلسطینیوں کو اخوانی تنظیم اور ان کی فکر کی طرف راغب کر دیا تھا۔

۲۔ بیت المقدس کے اندر ۱۹۴۵ء میں پہلی مرتبہ حسن بنا کے داماد سعید رمضان کے ہاتھوں اخوان المسلمون کی آفس کھولی گئی، اور دیکھتے ہی دیکھتے ۱۹۴۷ء تک فلسطین کے اندر اخوان المسلمون کی تقریبا بیس شاخیں کھل گئیں جن میں تقریبا پچیس ہزار ارکان تھے۔

۳۔ جس وقت اخوان المسلمون تنظیم جمال عبد الناصر سے مصری اقتدار کیلئے مزاحمت کر رہی تھی اسی وقت اخوانی تنظیم سے منسوب بعض لوگوں نے اپنے رجحان اور سیاست کی تبدیلی کا ارادہ کیا، چنانچہ اسی تنظیم کے ایک رکن خلیل الوزیر ابو جہاد نے مشورہ دیا کہ آزادی فلسطین کی خاطر ایک قومی تحریک کی بنیاد ڈالی جائے، اسی وقت سے یہ دو دھڑوں میں بٹ چکے تھے: ایک وہ قوم پرست فلسطینی جو خلیل الوزیر کی فکر کی تائید کر رہے تھے جو کہ الفتح تنظیم سے ۱۹۶۵ء میں الگ ہوئے تھے، اور دوسری طرف وہ لوگ تھے اخوانی تنظیم سے اپنی وفاداری بنا کر رکھنا چاہتے تھے مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ تنظیم عملی طور پر فلسطین نہیں بلکہ مصر ہی میں رہے۔

۴- ۱۹۶۷ء کی جنگ میں یہودیوں نے غزہ اور مغربی پٹی پر قبضہ کرلیا، اسی ستر کی دہائی میں شیخ احمد یاسین تل ابیب کے اندر ہی عربوں سے ملتے اور وہاں خطبہ جمعہ پیش کرتے تھے۔

۵- ۱۹۷۳ء کے اندر اخوانی کے کچھ سربراہوں نے غزہ کے اندر ثقافتی، سماجی اور تفریح کے نام پر ایک اسلامی اکیڈیمی کھولنے کا ارادہ کیا، جس کے سربراہ احمد یاسین تھے۔ مگر اسے اجازت ۱۹۷۷ء میں اسی وقت ملی جب اس نے یہودیوں سے کچھ امور پر اتفاق کرلیا، کیوں کہ اس وقت وہی لوگ غزہ پر قابض تھے۔ ۱۹۷۸ء میں مناحیم بیگن کی حکومت نے احمد یاسین کی تنظیم کو تسلیم کرلیا۔

اس طرح اخوانیوں نے غزہ کے اندر قائم جامعہ اسلامیہ کو اور خان یونس شہر کو اپنے اعتماد میں لے لیا کیوں کہ ان علاقوں میں تنظیمی طور پر انہیں کی اکثریت تھی۔

۶- اس اکیڈیمی کی سربراہی احمد یاسین، عبد العزیز رنتیسی، عماد علمی، ابراہیم یزوری، اسماعیل ابوشنب، ابراہیم مقادمہ، عبداللہ ابوالسبح، اسماعیل ھنیہ اور محمود زہار نے کی ہے۔
اس وقت عماد علمی طہران میں واقع اخوانی تنظیم کی آفس میں کام کرتے تھے۔

۷- اس اکیڈیمی کو باہر سے مالی امداد ملتی تھی، چنانچہ اس نے غزہ کی ساحل پر اپنے نام سے ایک زمین خرید لی۔

۸-ہر علاقے میں اس اکیڈیمی نے کئی کمیٹیاں تشکیل دی پھر اسکے بعد غزہ کے اندر اس نے کئی آفسیں کھول دیں، یہودیوں سے کچھ امور پر اتفاق کرلیا، کیوں کہ اس وقت وہی لوگ غزہ پر قابض تھے۔

۹-تحریک فتح کی بنیاد سے لیکر تقریبا بیس سالوں تک حماس نے یہودیوں کے خلاف کوئی مزاحمتی سرگرمی نہیں دکھائی، جیسا کہ "حماس من الداخل" کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ انتفاضہ سے پہلے اخوان (حماس) نے کھل کر یہودی فوج سے کوئی مزاحمت نہ کی تھی، بلکہ اس کے لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا ہوا تھا۔ (حماس من الداخل، ص ۱۳)۔

ایہود یعاری اور زیف شیف نامی دونوں یہودی مصنفوں نے اپنی کتاب "الانتفاضہ" میں ذکر کیا ہے کہ احمد یاسین اس وقت صرف دعوت اور تربیت کا کام کرتے تھے، ان کے گھر میں گرچہ اس وقت کچھ اسلحے پائے گئے تھے مگر انہیں دہشت گرد کارروائیوں (یعنی یہودیوں کے خلاف کارروائیوں) میں استعمال نہیں کرتے تھے۔

"حماس من الداخل" کے فلسطینی مصنف مہیب النواتی نے ان دونوں یہودیوں کی موافقت کی ہے۔ (حماس من الداخل، ص ۲۴)۔

۱۰-اس اکیڈیمی نے فلسطین میں موجود دیگر مزاحمت کاری تحریکوں کے خلاف کاروائی کرنے کیلئے ایک ٹاسک فورس کی تشکیل دی، جیسے کہ تنظیم فتح کے خلاف اسی طرح قومی فرنٹ

مزاحمت کارتحریک اور جمہوری فرنٹ مزاحمت کارتحریک۔

اس ٹاسک فورس کے اہم سرغنوں میں عبد العزیز رنتیسی ، ابراہیم یزوری، خالد ہندی، اسماعیل عبدالواحد، عبدالسمیع عرابیداور ضیاء سوسی ہیں۔

۱۱- یہودیوں کی داخلی سیکورٹی خفیہ ایجنسی "شاباک" کے ساتھ اس اکیڈیمی نے تنظیمی اور سلامتی طور پر معاہدہ کیا جس کی بنیاد پر اسرائیل کی اس خفیہ ایجنسی نے حماس کو اسلحہ فراہم کرنے کی ذمیداری لی۔اور یہ خفیہ سارا کام اس وقت کے حزب مخالف کٹر یہودی پارٹی لیکود کی نگرانی میں انجام پارہا تھا، تاکہ حماس کے ذریعے اسرائیل فلسطین کے مابین اس علامتی معاہدے کو پورا نہ ہونے دیا جائے جسکی کوشش مقتدرہ لیبر پارٹی کررہی تھی، اس وقت اسرائیل میں لیبر پارٹی اور لیکود پارٹی دونوں سیاست میں آگے آگے تھیں۔

۱۲- یہودیوں کی طرف سے لیکود پارٹی اور حماس کی طرف سے اسلامی اکیڈیمی کے درمیان اسلحہ کا معاہدہ پورا ہوا، یہودیوں کی طرف اس معاہدے میں بطورایجنٹ وہ دروز کام کررہے تھے جنکے پاس اسرائیلی نیشنلیٹی تھی، انہیں حلبی اور ابوصبری بھی تھے، یہ دونوں بھی دروز ہیں جو اسرائیل کی خفیہ ایجنسی میں کام کرتے ہیں، اور فلسطینیوں کی طرف سے احمد یاسین کی نگرانی میں بطورایجنٹ عبداللہ تبراز نامی شخص کام کررہا تھا۔

۱۳- اخوانیوں اور یہودیوں کے درمیان ہوئے اس معاہدے کا علم مقتدرہ لیبر پارٹی کو ہوگئی اور اسی طرح اسرائیل کی ملکی خفیہ ایجنسی "موساد" کو بھی اس معاہدے کی پوری تفصیل کا پتہ چل گیا، چنانچہ احمد یاسین کو گرفتار کرلیا گیا، پھر انہوں نے آکر اسرائیلی ٹی وی چینل ون پر وضاحتی بیان دیا اور اس اسلحہ معاہدے کا اعتراف کیا۔ اور اس بات کی صراحت کی کہ ان اسلحوں کا استعمال یہودیوں کے خلاف نہیں کیا جائے گا بلکہ فلسطین میں سرگرم دیگر مزاحمت کاری تحریکوں کے خلاف کیا جائے گا۔

۱۴- اسکے بعد اسرائیل نے اس اکیڈمی پر پابندی لگادی، اور اس کے زیر اسراف کام کرنے والا کوئی بھی شخص مجرم قرار دیا گیا۔

۱۵- حماس کی اس اکیڈمی کے ذریعے ایک دوسرا عسکری فرنٹ قائم کیا گیا تا کہ یہ فرنٹ داخلی پیمانے پر نشہ آور اشیاء اور مخرب اخلاق فلموں کی خرید و فروخت کرنے والوں کی خبریں اور انکے تعلق سے معلومات اکٹھا کرے۔

اس فرنٹ کا نام جہاد و دعوت تنظیم (مجد) کا نام دیا گیا، یہ واقعہ ۱۹۸۶ء کا ہے، یاسین احمد نے اقرار کیا کہ اس تنظیم کو دراصل داخلی سلامتی کے نظم وضبط کیلئے تشکیل دی گئی ہے۔

اس تنظیم کو غزہ پٹی کے شمالی علاقے کے ذمیدار خالد ہندی اور جنوبی علاقے کے ذمیدار یحی سنوار تھے۔

ج-حماس کاظہور:

۱-اخوانیوں اور یہودیوں کے درمیان ہونے والا اسلحہ معاہدہ کافی مشہور ہوا جسکی وجہ سے اخوانی تنظیم نے عوامی ہمدردی تقریبا کھو چکی تھی، اسی لئے اخوانیوں نے اپنی تنظیم میں جان ڈالنے کیلئے ایک سیاسی پارٹی کی بنیاد ڈالی تا کہ نئے سرے سے لوگ اس پارٹی کے علم کے تحت اکٹھا ہوں،اور ساتھ ہی بیرونی امداد کے مستحق ٹھہریں۔

۲- پہلا فلسطینی انتفاضہ ۸ / دسمبر ۱۹۸۷ء میں غزہ کے علاقے جبالیا میں آغاز ہوا،اس وقت حماس نامی تنظیم واضح طور پر میدان میں ظاہر نہیں ہوئی تھی اور اس انتفاضے میں اسکا بظاہر کوئی رول بھی نہیں تھا،اور(الموسوعہ المیسرہ)نامی معروف اخوانی موسوعہ کے اندر جو ذکر کیا گیا ہے وہ غلط ہے کہ حماس تحریک کا ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہیکہ اس نے پتھر انقلاب (ثورۃ الحجارۃ) نامی بہادرانہ انتفاضے کا آغاز کیا ہے۔

۳- ایہود یعاری اور زیف شیف نامی دونوں یہودی مصنفوں نے اپنی کتاب" الانتفاضہ" میں ذکر کیا ہے کہ احمد یاسین کے کارکنان نے اس انتفاضہ میں شرکت ہونے کی اجازت طلب کی تھی مگر اسے رد کردیا گیا۔لیکن سخت دباؤ کی وجہ سے ایک ہفتے کے بعد اس مطالبے کو قبول کرلیا گیا۔

اور مذکورہ دونوں مصنفوں کی وضاحت کی موافقت فلسطینی مصنف مہیب التوانی نے بھی کی

ہے۔

چنانچہ اس انتفاضہ میں اخوانی تنظیم کے کارکنان نے بھی ۱۲ / دسمبر ۱۹۸۷ء کو شرکت کی تاکہ اس قومی دھارے کا وہ بھی حصہ بن سکیں، اور دوسری سیاسی جماعتوں کی طرف سے اس انتفاضے پر خاموشی کی تنقید سے بچ سکیں، اور اسی طرح یہ خوف بھی کہ کہیں اس انتفاضے پر کہیں کوئی دوسری تحریک مکمل طور پر قابض نہ ہو جائے۔(اور اسی لئے وقت کا گلط طور پر فریب مبنی استغلا ل کرتے ہوئے اخوانیوں نے احمد یاسین کو شیخ الانتفاضہ کے لقب سے مشہور کر دیا)۔

۴-تحریک حماس اس انتفاضے میں شامل تو ہوئی مگر اخوان المسلمون کے نام سے نہیں بلکہ اسلامی مزاحمت کار تحریک (حماس) کے نام سے شامل ہوئی تاکہ اگر انتفاضے کے نام سے گرفتاری عمل میں آئے تو اخعاخ تنظیم کی مشن پر کوئی اثر نہ پڑے۔

۵-اس انتفاضہ کے تقریبا آٹھ ماہ بعد حماس نام کی نئی تحریک کے قیام کا اعلان ہوا اور دستوری پر اعتراف کیا گیا کہ یہ تحریک اخوانی تنظیم کا حصہ ہے۔

۶-حماس نے ساتھ ہی ایک عسکری ۱۰۱ نمبر سیل کی بھی بنیاد ڈالی ،جسکی ذمیداری محمد نصار، عبد ربہ بخوصہ، عبداللہ شرادحہ اور عبدالکریم سماعنہ پر تھی۔

(کہا جاتا ہے کہ ان میں بعض مشتبہ تھے، کوئی گاڑی چور تھا تو کوئی نشہ آور اشیاء کا تاجر، مقصود

یہ تھا کہ ہر طرح کے لوگوں تک پہونچا جائے)۔

یہ عسکری سیل اسرائیل میں خفیہ کارروائی کرتا تھا، اس کی پہلی کارروائی "سو پارو" گاڑی کی چوری تھی، اسکے بعد" آفی سپورٹس" نامی ایک اسرائیلی فوجی کو اغوا کیا پھر اسے قتل کر کے کسی کھیت میں پھینک دیا، اسی طرح ایک دوسری کارروائی میں دوسرے اسرائیلی فوجی کو اغوا کیا جس کا نام ایلان سعدون تھا، یہ فلسطینی دروزی نسل سے تھا۔

۷- اس کارروائی کے بارے میں جب یہودیوں کو علم ہوگیا تو انہوں نے حماس پر حملہ کیا، اور اسکے بہت سارے کارکنان کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔

۸- گرفتار شدگان میں عبد العزیز رنتیسی بھی تھا، جس نے جیل ہی میں" خلایا عبد اللہ" نامی خفیہ تنظیم کی بنیاد ڈالی تھی۔

۹- ۱۹۹۰ء کے آخر میں یہودیوں نے بڑے پیمانے پر حماسی کارکنان کی گرفتاری شروع کی، جس میں" خلایا عبد اللہ" نامی خفیہ تنظیم کا خاتمہ ہوگیا۔

۱۰- مذکورہ گرفتاری کے بعد تحریک حماس نے" صاعقہ اسلامیہ" جیسی دوسری تنظیموں کی بنیاد ڈالی، جس میں حماس جیسی تحریک بھی بنائی جسکا کام خفیہ ایجنسی کا تھا یعنی خفیہ معلومات

حاصل کرنا،اسی طرح حماس کے اندر جو اسرائیلی ایجنٹ تھے آج کا پتہ لگانا بھی تھا۔

۱۱-اس خفیہ ایجنسی پر پابندی کے بعد ہی غالبا۱۹۹۱ء یا ۱۹۹۲ء کے اندر حماس نے کتاب عزالدین قسام نامی عسکری ونگ کی بنیاد ڈالی ،جسکا بانی طارق دخان کو بتایا جاتا ہے۔

۱۲-ستر کی دہائی کے نصف سے ایران حماس کی امداد کرنا شروع کر دیا ہے۔



د- فلسطینی حکومت سے حماس کی علیحدگی:

۱- ۱۴/ ۶/ ۲۰۰۷ء کے دن حماس نے خونی انقلاب کے ذریعے فلسطینی اتھارٹی کے خلاف بغاوت کردی کچھ ایسے سیاسی اختلاف کو لیکر جس کی وجہ سے غزہ میں سیکورٹی فورسز کے بہت سارے لوگ مارے گئے، اس طرح غزہ پر قبضہ کر کے یہ لوگ الگ تھلگ ہو گئے، چنانچہ آج تک غزہ پر اسی حماس کا مستقل اقتدار ہے۔

۲- مئی ۲۰۱۷ میں تحریک حماس نے ایک داخلی اعلامیہ جاری کیا جائے اندر کچھ ایسے قواعد اور اصول تھے جن کی روشنی میں حماس کو چلنا تھا، اور یہ دستور قطر سے جاری کیا گیا تھا۔

یہ اعلامیہ جسکا نام "عام بنیادی اور سیاسی رہنما اصول" تھا اس پر کچھ ملاحظات ہیں:

الف-: ۱۹۶۷ء کے سرحد کا اعتراف کیا گیا، جسکا مطلب یہودی ریاست کا اعتراف ہے، حالانکہ اسی اعتراف کی بنیاد پر حماس نے تحریک فتح پر اعتراض کیا تھا، لیکن حماس اسکا یہ جواب دیکر عوام کو بیوقوف بناتی ہے کہ ہمارا اعتراف وقتی ہے۔

ب-: اس اعلامیہ کے اندر اخوانی تنظیم کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ ہی اسکی طرف خود کو جوڑا ہے جیسا کہ سابقہ دستوری دستاویزات میں ہوتا آیا تھا، تاکہ عرب اور دیگر ممالک کو یہ پیغام دیا جائے کہ ہمارا کسی بیرونی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ خالص قومی تنظیم ہے، اسکی وجہ سے اخوانی تنظیم کی طرف سے سوشل پر حماس پر کافی اعتراض ہوا۔

ج-: یہاں قابل غور بات یہ ہیکہ اس نئے اعلامیے کے اندر حماس نے یہودیوں سے

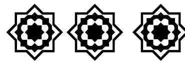
قتال کرنے کاذکرنہیں کیاہے جس طرح کہ پہلے اعلامیے میں تھا۔

د- اس اعلامیے کے اندر یہ بھی لکھا ہیکہ فلسطین تمام فلسطینیوں کا ہے خواہ وہ کسی بھی طبقے اور دین سے متعلق ہو۔

اس سے واضح ہوا کہ حماس کے نزدیک فلسطین صرف مسلمانوں کا نہیں ہے، بلکہ اس میں مسلمانوں کے ساتھ دوسرے ادیان کے لوگ بھی برابر کے شریک ہیں۔جبکہ یہ لوگ پبلک اسٹیجوں پر فلسطین کو اسلامی سرزمین بولتے نظر آتے ہیں۔

ھ- اعلامیے کے اندر دین اسلام کو برداشت اور تسامح کا دین کہا گیا ہے جبکہ اس سے پہلے دستور میں یہ نہیں لکھا تھا۔ دراصل اس سے یہ لوگ اخوانیوں کا منہج بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں اور یہودیوں بشمول دیگر کفار کے کوئی دشمنی نہیں ہے، جبکہ ولاء وبراء کے خلاف ہے، تمام انبیاء کے منہج کے خلاف ہے، اور کفار سے دشمنی اور بغض رکھنا ان سے براءت کا اظہار کرنا اسلامی عقیدے میں شامل ہے۔

اسکے علاوہ بھی اس اعلامیے پر کئی ملاحظات ہیں مگر ایک مختصر رسالہ اسکا متحمل نہیں ہے۔



*حماس کو یہودیوں نے قائم کیا ہے۔

تحریک فتح کے بعض قدیم کارکنان کا کہنا ہیکہ تحریک فتح سے کچھ لوگوں نے نکل کر بعد میں حماس کو قائم کیا، انہیں میں سے کچھ لوگوں کو جیل ہوگئی تھی، جنہیں جیل ہی میں یہودیوں نے خطیر رقم دیکر اپنا ایجنٹ بنایا، جنہیں تحریک فتح کے مدمقابل ایک دوسری سیاسی تنظیم قائم کرنے کا مشورہ دیا گیا، اس طرح فی الواقع تحریک حماس کو یہودی جیل میں قائم کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

الف– امریکی ڈپلومیٹ اور سابق سعودی سفیر چارلز فریمین کہتا ہیکہ اسرائیل ہی نے حماس کو قائم کیا ہے، کیونکہ اسرائیل نے یہ فیصلہ کرلیا کہ تحریک فتح کو خود مسلمانوں کے اندر ہی سے توڑا جا سکتا ہے۔

ب– "حماس الفلسطینیہ" نامی کتاب میں اسکے دونوں یہودی مصنفین "شاؤول میشیل" اور "افرام سیلا" کہتے ہیں کہ غزہ پٹی اور مغربی پر قبضہ کرنے کے بعد بھی اسرائیل نے وہاں پر مسلمانوں کو اسلامی، معاشرتی اور ثقافتی سرگرمی جاری رکھنے کی مکمل چھوٹ دے رکھا ہے جسکی وجہ سے دونوں خطے میں پائے جانے والے رضا کاروں کے درمیان آپسی رقابت اور مقابلہ شروع ہوگئی۔

ج– امریکی خفیہ ایجنسی کی تجزیہ کارہ" مارتا کیسلر" کہتی ہیکہ فلسطین کے اندر اسرائیل ہی اسلامی تشدد پسندی کو بڑھاوا دیتا ہے تاکہ وہاں پر قوم پرستوں اور تشدد پسندوں کے درمیان اختلاف وانتشار اور تفرقہ بازی کی آگ بھڑکے۔

د– امریکی اخبار نیو یارک ٹائمز کا سابق نامہ نگار کہتا ہے کہ غزہ کے اندر موجود اسرائیلی فوجی

سربراہ بڑے فخر سے کہتا ہیکہ اسرائیل تحریک فتح کے خلاف یہاں کے تشدد پسندوں کی مالی امداد کرتا ہے، اور وہ مزید لکھتا ہے کہ اسرائیل ان تشدد پسندوں کو اپنے لئے سیاسی فائدے کے طور پر استعمال کرتا ہے، کیونکہ ان تشدد پسندوں اور دیگر قوم پرست فلسطینوں کے درمیان سخت اختلافات پائے جاتے ہیں۔

مزید کہتا ہیکہ غزہ کے سابق فوجی جنرل"اسحق سیجیف کیف" نے مجھ سے ایک بار کہا کہ وہ خود تحریک فتح اور کمنسٹوں کے خلاف اسلامی تحریک حماس کی مالی امداد کرتا تھا۔

ھ- امریکہ کے اندر ایک بار مورخہ ۹ / جنوری ۲۰۰۸ء کو"اسرائیل فلسطین کشمکش" نامی ایک کانفرنس ہوئی جس میں امریکی کانگریس کے ایک رکن" رون پول" نے کہا کہ حماس کو اسرائیل نے قائم کیا ہے، اسرائیل چاہتا ہیکہ یہ تنظیم یاسر عرفات کیلئے سر درد بن جائے۔

و- مورخہ ۲۴ / جنوری ۲۰۰۹ء کو امریکی اخبار" وول اسٹریٹ" کے اندر" افتیر طوفین" کہتا ہیکہ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہیکہ حماس کو اسرائیل ہی نے قائم کیا ہے۔ افتیر طوفین ایک یہودی مراسلہ نگار ہے جس کا تعلق ٹیونسی یہودیوں سے ہے۔

*حماس یہودی تیار کردہ ہے اسکی تائید درج ذیل میں دیئے گئے مزید کچھ امور بھی کر رہے ہیں:

الف- آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ جس علاقے پر اسرائیل کا قبضہ ہو وہاں پر وہ کسی ایسی اسلامی تنظیم کو پنپنے کا موقع دے جسکے پاس چھوٹے اور متوسط درجے کے میزائیل سے لیکر بھاری ہتھیار اور

اسلحہ ہو، جن کا اپناڈپو اسلحہ ہو اور ساتھ ہی اسلحے کا کارخانہ ہو جہاں پر ہر طرح کے دیسی اسلحے بنائے جاتے ہوں، اور جنہیں میڈیا میں اسرائیل کے خلاف استعمال کرنے کا اعلان کیا جاتا ہو؟!

کیا اسرائیل اپنے مقبوضہ علاقے میں مسلمانوں کو اس طرح کی چھوٹ دے سکتا ہے؟! اور ساتھ ہی جن کہ یہ باور کرایا جاتا ہو کہ یہ تنظیم مستقبل میں اسرائیل کیلئے برا خطرہ بنے گا؟!

اسرائیل فوج کو محض یہ علم ہوگیا تھا کہ کچھ فلسطینی جنگجو لبنان میں موجود فلسطینی خیموں میں گئے ہوئے ہیں، تو فورا حرکت میں آگئی اور وہاں جا کر خوب تباہی مچائی اور جب تک وہاں سے تمام جنگجوؤں کی صفائی نہیں ہوگئی تب تک اسرائیل فوج لبنانی خطے سے واپس نہیں آئی، یہ حال پڑوسی ملک لبنان کا ہے تو پھر یہ اپنے مقبوضہ علاقے غزہ میں حماس کو اس قدر چھوٹ کیسے دے سکتا ہے؟!

ب- حماس اور اسرائیل کے درمیان کچھ سلامتی معاہدے ہیں، جسکی بنیاد پر سیاسی تجزیہ کاروں کا کہنا ہیکہ حماس دراصل غزہ اور مصری سرحد کے آس پاس سرگرم مزاحمت کار تحریکوں سے اسرائیل کو تحفظ دینے کیلئے ہے، چنانچہ ان اطراف سے جو بھی اسرائیل کیلئے خطرہ بنتا ہے حماس فورا اس پر کاری ضرب لگاتا ہے، اور یہ دعوی ویسے نہیں ہے بلکہ اسکے کچھ شواہد بھی ہیں:

پہلا: تحریک فتح کی عسکری ونگ سرایا القدس پر غزہ میں حماس کا حملہ۔

دوسرا: اس خطے میں تل ابیب پر حملہ کرنے کیلئے دوسری مسلح تحریکوں کو میزائیل رکھنے پر حماس کی طرف سے پابندی ہے۔

تیسرا: عبد الطیف موسی اور انکی جماعت پر حماس کا حملہ۔

چوتھا: امریکی ٹی وی چینل سی بی سی نیوز نے اسماعیل ھنیہ سے انٹرویو لیا جس میں اسماعیل نے کہا کہ ہم یہود کے خلاف خود حملوں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں، ہماری تحریک کا کوئی بھی فرد اس خ ین شامل نہیں ہوتا ہے، ہم نے کسی کو نہیں بھیجا ہے۔

حماس اسرائیل سرحد کی حفاظت کرتا ہے اسکی تاکید کئی فلسطینیوں نے کی ہے، جیسے کہ "تحریک تمرد" کے بعض کارکنان جو غزہ میں اسرائیل کے خلاف سرگرم عمل ہیں، چنانچہ انہوں نے ہماری باتوں کی تاکید کی اور یہ چیلنج کیا کہ حماس کا کوئی بھی فرد میڈیا میں آ کر ہماری باتوں پر رد نہیں کرسکتا ہے۔

ج- جب سے غزہ پر حماس قابض ہے اس وقت سے آج تک اس نے ایک ہی بھی میزائیل تل ابیب پر نہیں پھینکا ہے، تل ابیب پر جتنے بھی میزائیل پھینکے گئے ہیں وہ یا تو الجہاد الاسلامی کی طرف سے یا پھر سرایا القدس کی طرف سے، ہاں جو میزائیل حماس کی طرف سے دکھاوے کیلئے اسرائیل پر پھینکے جاتے ہیں وہ یا تو کسی صحرائی علاقے کو ٹارگٹ کیا جاتا ہے یا پھر کسی زراعتی علاقے کو جہاں پر کوئی نقصان نہ ہو، اسکی تصدیق کئی اسرائیلی اخبارات نے بھی کی ہے۔

د- حماس کے کارکنان اسرائیل ائیر پورٹ سے باقاعدہ سفر کرتے ہیں، اسرائیل ہسپتالوں میں انکا علاج ہوتا ہے، اسماعیل ھنیہ خود اپنا اور اپنے بچوں کا علاج اسرائیل میں کراتے ہیں۔

اسی طرح اسماعیل ھنیہ کی ایک تصویر خوب وائرل ہوئی جس میں وہ یہودی فوجی کو بوسہ دیتے ہوئے دکھائی دیئے ہیں، جہاں پر دیگر کئی اسرائیل فوجی موجود ہیں، اس کا اعتراف خود حماد کے بعض کارکنان نے کیا ہے۔

حماس کے کارکنان اسرائیلی ٹی وی چینل پر ڈیبیٹ کرتے ہیں۔

ھ-اسرائیل نے بہت سارے ان فلسطینی رضا کاروں کا اغوا اور قتل کیا ہے جو بیرون ملک اسرائیل کے خلاف سرگرم رہتے ہیں، مگر آج تک اسرائیل نے کسی ایک بھی حماسی کارکن کا اغوا اور قتل نہیں کیا ہے جب کہ بیرون ملک بہت سارے حماسی کارکنان رہتے ہیں، جیسے کہ ایران، ترکی، قطراور دیگر بہت سارے عرب اور مغربی مما لک میں موجود ہیں۔

و-خود حماس کے بعض کارکنان بے یہ اعتراف کیا ہیکہ اس تنظیم کو اسرائیل نے قائم کیا ہے لیکن آج ہم خود اسکے خلاف ہو گئے ہیں۔اسے بہت سارے فلسطینی بھی جانتے ہیں۔



*حماس یہودیوں کے خلاف کبھی جہاد نہیں کرسکتا اسکی درج ذیل کچھ دلیلیں ہیں:

-تحریک حماس ترکی کا پروردہ اور دوست ہے، اور ترکی اسرائیل کا دوست ملک ہے، اور دونوں کے درمیان سیاسی، اقتصادی اور عسکری ہر سطح پر مضبوط تعلقات ہیں، جوکہ پوری دنیا کو معلوم ہے۔

-تحریک حماس ایرانی روافض کے تابع ہے، اور ایسی بھی تحریک سے جو ایران کے تابع ہو یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ سچا جہاد کرسکتا ہے۔

اسی لئے حقیقت یہی ہیکہ کچھ اختلافات چھوٹے بڑے حماس اور اسرائیل کے درمیان میڈیا میں دکھائے جاتے ہیں جیسے کہ حزب اللہ کے بارے میں دکھا کر مشہور کیا گیا جبکہ وہ اسرائیل کا ایجنٹ ہے۔

جن لوگوں نے ان تحریکوں کو پیدا کیا ہے وہ ان سے اپنی بڑی مصلحتیں حاصل کر رہے ہیں، اور اسی لیے جب ان میں سے کوئی حد سے تجاوز کرتا ہے تو اسکا پر کتر کر تھوڑا چھوٹا کر دیتے ہیں جس طرح ناخن کو تراش کر کے چھوٹا کر دیا جاتا ہے جب وہ لمبا ہونے لگتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسرائیل نے کچھ حماسی کارکنان کو اغوا کر کے قتل کیا ہے کیونکہ وہ تحریک فتح سے قریب ہونے اور ملنے کی بات کرتے تھے۔



و-حماس کے قیام سے یہودیوں کا مقصد:

پہلا: تحریک فتح پر اندر سے وار کرنا۔

دوسرا: دوسری تنظیمیں اور تحریکیں جو اسرائیل کیلئے زیادہ خطرہ ہیں انہیں اندر ہی سے توڑنا۔

تیسرا: فلسطینی قوم پر حملہ کرنے اور انہیں بدحال رکھنے کیلئے حماس کو بہانہ بناتے رہنا اور کبھی کبھی فلسطینی عوام پر حملہ کرنا اور فلسطینی علاقے میں مزید توسیع کرنا، حماس کے جرائم کا بہانہ بنا کر اور دنیا میں ہمدردی لینے کی خاطر۔



ز-تحریک حماس کے فکری انحرافات:

الف-حماس نے اپنے آخری اعلامیے میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اسکی لڑائی یہودیوں سے نہیں صرف ریاست اسرائیل سے ہے،اور یہی بات اخوانیوں کے مرشد حسن بنا بھی کہہ چکے ہیں کہ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان کوئی دینی عداوت نہیں ہے بلکہ قرآن میں یہودیوں سے دوستی کرنے پر ابھارا گیا ہے۔اسکے بعد اخوانی مفتی یوسف قرضاوی نے یہی صراحت کی ہیکہ ہم صرف زمین کیلئے لڑ رہے ہیں نہ کہ یہودیوں سے۔حماس کے بانی احمد یاسین نے کہا کہ یہود بھی ہماری طرح اہل دین ہیں،ہم تمام ادیان سے محبت کرتے ہیں۔

جب کہ یہودیوں نے جو کفر کیا،انبیاء کا قتل کیا،کتاب میں تحریف کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کی اور دوسری وجوہات سے ان سے جو دینی نفرت اور بغض وعداوت نیز براءت کا اظہار ہونا چاہئے ان سب کو ان لوگوں نے ختم کردیا۔

چنانچہ حماس نے اپنے اسی آخری اعلامیے میں اس بات کی صراحت کی ہیکہ ہماری لڑائی یہودیوں سے قومی اور زمینی ہے دینی نہیں۔اور حماس نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ وہ انٹی سامی فکر (یہودیوں سے دشمنی) کے خلاف ہے۔

ب-حماس روافض کا پروردہ ہے بالخصوص ایران کا،حماس کے کئی سربراہ مثلا اسماعیل ھنیہ اور خالد مشعل وغیرہ ایرانی مجوسی روافض کی تعریف کرتے نہیں تھکتے،کیوں کہ ایران حماس کی مالی امداد کرتا ہے۔

خالد مشعل نے ایک بار ایران جا کر کہا کہ حماس ایران کہ خمینی تحریک کا روحانی بیٹا ہے۔

پھر خالد مشعل نے خمینی ملعون کے مزار پر پھول چڑھایا ہے۔(مہر نیوز)۔

خالد مشعل کے حزب اللاتی سربراہ حسن نصر اللہ کے ساتھ گہرے تعلقات ہیں، یہ اکثر کانفرنسوں اور اجتماعات میں ملتے رہتے ہیں۔

بلکہ ایران میں خالد مشعل نے پوری صراحت کے ساتھ کہا کہ ہم جو بھی ہیں یہ سب امام خمینی کہ برکت سے ہے۔

ج- سیریا قضیے کو لیکر حماس کا موقف بہت ہی سنگین ہے بالکل ایرانی موقف ہے، یہی وجہ ہیکہ جب ایرانی مجرم قاسم سلیمانی مارا گیا تو اسماعیل ھنیہ نے اسے شہید القدس کا خطاب دیا اور غزہ کے اندر اسکے لئے تعزیت کا پروگرام منعقد کیا۔

حماس کے اس ایرانی دوستی سے فلسطینی قوم نالاں ہے کیوں کہ اسے خطرہ ہیکہ عراق، لبنان اور سیریا کی طرح یہاں بھی ایران کہیں اپنا سیاسی دبدبہ قائم نہ کر دے۔

الشرق الاوسط کے اندر شائع ایک خبر میں کہا گیا کہ ایران جس قدر حماس کی مالی امداد کرتا ہے اس سے کہیں زیادہ وہ اس سے فائدہ اٹھایا ہے، یہاں تک کہ عربی دنوں میں غزہ سے سیرابی اخبارات شائع کرنے کیلئے ایران نے اجازت لے لی ہے، اسی طرح بحوث و دراسات کے مراکز کھولنے اور سیرابی جنرلوں کی حماسیوں سے ملاقات اور زیارت کا انتظام کرنا اور دیگر سہولیات کی اجازت حاصل کر لی ہے۔

اس طرح ایران حماس کے ذریعے فلسطینی قضیے کو فارسی قضیہ بنانے کی کوشش میں ہے، تاکہ وہ ہمیشہ کیلئے فارسی تہذیب سے جڑ جائے۔

کہا جاتا ہیکہ بیچ میں حماس نے سیریا قضیے کے تعلق سے اپنے موقف میں کچھ تبدیلی لانے کی کوشش کی تھی جس کی وجہ سے ایران نے مالی امداد روکنے کی دھمکی دی تھی۔

ح-حماس اخوانیوں کی طرح مغربی جمہوریت میں یقین رکھتی ہے:

ایک سوال کے جواب میں احمد یاسین نے کہا کہ مجھے ایسی حکومت سے کوئی اختلاف نہیں ہے جہاں جمہوریت ہو اور کئی سیاسی پارٹیاں ہوں، اور اقتدار اسی پارٹی کا ہو جو انتخابات جیت کر آئے۔یعنی فلسطین میں۔

سائل نے ایک دوسرا سوال کیا کہ اگر ہم کمنسٹ پارٹی انتخاب جیت جائے تو اس وقت آپ کا کیا موقف ہوگا؟

جواب: گرچہ کمنسٹ پارٹی جیت جائے ہم ہر حال میں فلسطینیوں کی رغبت اور جذبات کا خیال رکھیں گے۔

سائل نے مزید پوچھا کہ اگر انتخابات کے بعد یہ واضح ہو جائے کہ فلسطینی عوام متعدد پارٹیوں والی جمہوری حکومت چاہتی ہے تو اس وقت آپ کا کیا موقف ہوگا؟

جواب: احمد یاسین نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم بھی فلسطینی قوم کا حصہ ہیں، اسکے جذبات اور حقوق ہیں، اگر فلسطینی قوم اسلامی حکومت نہیں چاہے گی تو بھی ہم اسکے جذبات اور حقوق کا خیال رکھیں گے۔(احمد یاسین الظاہرہ المعجزہ واسطورہ التحدی، ص ۱۱۶)۔

د-حماس مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے درمیان مساوات کی بات کرتا ہے اور دونوں میں

کوئی تفریق نہیں کرتا ہے۔

خالد مشعل نے کہا کہ ہم اسے ہمارے عیسائی بھائی قومی ایجنڈے میں برابر کے شریک ہیں، اور ہم سب عرب تہذیب کے وارث ہیں۔(جریدہ الحیاۃ، مورخہ ۱۰/ ۱۲/ ۲۰۰۳ء)۔

لبنان میں حماس کے ترجمان اسامہ حمدان نے کہا کہ کنیسۃ القیامہ نامی چرچ اور مسجد اقصی دونوں کے تحفظ کی ذمیداری سمجھتا ہوں۔(الجزیرہ نٹ)۔

حماس کی طرف سے مورخہ ۲۴/ ۱/ ۲۰۰۱ء کو ایک عسکری بیان جاری ہوا جس میں یہ بھی آیا کہ ہم فلسطینی قوم کی وحدت کیلئے لڑ رہے ہیں، جس میں مسلمانوں سے پہلے ہمارے عیسائی بھائی شامل ہیں۔ہم سب اس قوم کے مجاہد ہیں۔

فلسطینی لیجسلیٹیو کونسل میں حماس کے نمائندہ حامد بیتاوی نے اردنی جریدہ ''الغد'' کے ساتھ ایک انٹرویو کے دوران مورخہ ۲۰/ ۲/ ۲۰۰۶ء کو کہا کہ کچھ لوگ سوچتے ہیں کہ ہم اقتدار میں آئیں گے تو رجعیت پسندی واپس آئے گی، حجاب لازم کیا جائے گا، عورتوں کی آزادی سلب کر لی جائے گی، تو یہ سب درست نہیں ہے، ہم نادان اور نئے نہیں ہیں اور نہ ہی شور شرابہ مچانے والے ہیں، بلکہ اخوانی تنظیم کی معتدل فکر کے ساتھ ہماری ایک طویل تاریخ ہے۔

ھ- یہ لوگ تحریک فتح کی تکفیر کرتے ہیں، بطور مثال حماس کے داعی نزار ریان کی ویڈیو موجود ہے۔



ط-غزہ میں حماس کے جرائم:

۱-تحریک فتح کے بہت سارے کارکنان کا انہوں نے قتل کیا ہے۔بطور خاص سرایا شہداء الاقصی پر ظلم وزیادتی،اور سروے سے پتہ چلتا ہیکہ غزہ میں تحریک فتح کے سینکڑوں کارکنوں کا قتل کیا ہے۔بہتوں کو بلا مقدمہ اور تحقیق کے جیل میں ڈال دیا جاتا ہیکہ اور وہیں پر مار دیا جاتا ہے۔

۲-غزہ میں سرگرم مزاحمت کار تحریک حرکۃ تمرد کا کہنا ہیکہ خونی انقلاب کے بعد حماس نے سات سو سے زائد فلسطینی نوجوانوں کو بلا جرم کے قتل کیا ہے،باقی مقابلہ کرنے والوں کے قتل کا کوئی شمار نہیں ہے،تقریبا چار ہزار لوگوں کے پیر کاٹ ڈالے ہیں۔

۳- بروز جمعرات مورخہ ۲ / ۸ / ۲۰۰۷ء کو حی زیتون میں واقع مسجد ارض رباط میں حماسیوں نے ظلم کیا،اس طرح کہ حماسیوں نے اسلحہ کے ساتھ دسیوں جیپ مسجد میں گھسا دی اور مسجد کا محاصرہ کرلیا،اور پھر اس خ ین موجود مصلیان پر گولی چلا دی جس میں سرایا شہداء الاقصی کے کارکنان بھی موجود تھے۔

۴-رفح کے اندر موجود مسجد ابن تیمیہ کو اگست ۲۰۰۹ء کو حماسیوں نے منہدم کر دیا،ہوا یوں کہ حماس کے بعض کارکنان نے حماس کا ساتھ چھوڑ کر عبد الطیف موسی کے خیمے میں چلے گئے،جن پر حماس نے آر پی جی گولوں اور میزائیل سے حملہ کیا اور مسجد ابن تیمیہ میں موجود تیس مصلیان کو قتل

کر دیا، اسی طرح ان لوگوں کے گھروں کو بھی منہدم کر دیا، اور اس خونی اور جارحانہ قتل وخونریزی کے بعد حماس نے میڈیا میں آ کر صرف اتنا کہہ دیا کہ یہ لوگ حماس کی تکفیر کرتے تھے، اور یوسف قرضاوی نے حماس کے اس قتل وخونریزی کو جائز ٹھہرایا ایک پریس کانفرنس میں بیان دیتے ہوئے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے میں حماس حق بجانب ہے۔ یعنی حماس کے جرائم کو قرضاوی نے جائز ٹھہرایا۔

۵ - اہل سنت والجماعہ کے بہت سارے ان نوجوانوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈالا گیا اور انہیں سنت سزائیں دی گئیں اور بہتوں کو قتل کیا گیا محض اس وجہ سے کہ وہ حماس کے افکار سے متفق نہیں ہیں۔ جیسے کہ محمود فیاض وغیرہ کے ساتھ ہوا۔

۶ - حماس اپنے مخالفین کے ساتھ جس طرح کے تعذیبی طریقے اور اسالیب استعمال کرتی ہے وہ بہت ہی گھناونا اور غیر انسانی ہوتے ہیں۔

مظاہرہ کرنے والوں پر بلا وجہ لاٹھی چارج کرتے ہیں اور مار کر پیر توڑ دیتے ہیں اور پھر جیل میں لے جا کر غیر انسانی سزائیں دیتے ہیں۔

۷ - حماس کے ہاتھوں ایاد مدھون کو سزائیں دیکر مارا گیا بایں طور کہ اسے کمال علوان ہسپتال کے آٹھویں فلور سے نیچے پھینک دیا گیا کیونکہ اس نے حماسیوں کو ایکسپوز کرنے کی دھمکی

دی تھی۔

۸-غزہ کےلوگوں پر بلا وجہ بھاری ٹیکس لاگو کرتے ہیں۔

۹-حماس کے قبضے کے بعد غزہ خ ین بیروزگاری کی شرح تیزی سے بڑھی ہے جس کی وجہ سے وہاں کےلوگ کبھی کبھی اسی مسئلے کو لیکر احتجاج کرتے ہیں مگر حماس انہیں پیٹ پیٹ کر جیل میں ڈال دیتی ہے۔

۱۰-غزہ کے اندر موجود مساجد میں سلفی علماء کو خطابت اور امامت کرنے اور تحفیظ القرآن کے حلقات قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اسی طرح حماس نے غزہ کے اندر شیعہ روافض کے انحرافات اور انکے عقائد پر بولنے پر پابندی لگا رکھی ہے۔

انہیں سارے جرائم کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ حماس نے غزہ مقبوضہ در مقبوضہ بنا دیا ہے۔



ی-حماس کے تعلق سے علماء کے اقوال:

ا-شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا کہ حماس جو غزہ پر قابض ہے وہ کوئی اسلامی تحریک نہیں ہے خواہ آپ کو اچھا لگے یا برا۔ کیونکہ اگر وہ اسرائیل سے جہاد کرنے میں مخلص ہوتے تو پہلے اس کی تیاری کرتے، کہاں ہے تیاری؟ (سلسلۃ الھدی والنور نامی کیسٹ نمبر ۴۸۹)۔

۲-شیخ مقبل بن ھادی رحمہ اللہ نے سچ کہا تھا کہ حماس کو جب بھی سیاسی بالا دستی حاصل ہوگی وہ اہل توحید کے ساتھ وہی کریں گے جو کچھ افغانستان میں کیا گیا کہ انہیں گالیوں اور توپوں سے مارا گیا۔

مزید آپ نے کہا کہ حماس ایک حزبی جماعت ہے اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ ایک سنت کا دشمن ہے۔ (تحفۃ المجیب، ص ۱۴۵)۔

